شاہد حسین رزاقی

سنوسی تحریک

مشرق اور مغرب دونو کی تاریخ میں انیسویں صدی کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ اس صدی کا بیشتر حصّہ بڑا ہیجان خیز اور انقلاب آفریں زمانہ تھا۔ امریکہ اور یورپ کے متعدد ملکوں میں بہت اہم انقلاب برپا ہوئے اور متعدد تحریکیں رونما ہوئیں۔ مسلم ممالک میں بھی جہاں ایک مدّت سے جمود اور پستی چھائی ہوئی تھی بیداری کے آثار پیدا ہونے لگے اور معاشری اصلاح، سیاسی آزادی، اقتصادی ترقی اور اسلامی نظامِ حیات کی تجدید کا احساس ترقی کرنے لگا۔ چنانچہ مسلم ممالک میں بھی کئی تحریکیں شروع ہوئیں جن میں سے ایک "سنوسی تحریک" کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ شمالی مغربی افریقہ کے پُرجوش مسلمانوں کی ایک مجاہدانہ تحریک تھی جو الجیریا میں شروع ہوئی مراکش اور تونس میں پھیلی۔ لیبیا میں بہت مقبول اور مستحکم ہوئی اور پھر مصر اور سوڈان سے گزر کر حجاز اور یمن تک پھیل گئی۔

بانیٔ تحریک محمد ابن علی السنوسی۔ سنوسی تحریک کے بانی شیخ محمد ابنِ علی السنوسی تھے جو سنوسی الکبیر کہلاتے تھے۔ محمد ابنِ علی ۱۸۹۲ء میں الجیریا میں بمقام مستغنم پیدا ہوئے تھے۔ ان کا تعلق قبیلہ الخطاب سے تھا جو الجزائر اور طرابلس میں آباد ہے۔ ان کا خاندان علم و فضل میں بہت ممتاز تھا اور متعدد مردوں کے علاوہ چند عورتیں بھی مذہبی علوم میں مہارت کے لئے مشہور تھیں۔ ان میں زیادہ ممتاز محمد ابنِ علی کی دادی سیدہ زہرہ اور ان کی پھوپھی سیدہ فاطمہ تھیں جو دینی و علمی مباحث میں حصّہ لیتی اور قرآن و حدیث کا درس دیتی تھیں۔ شیخ محمد کا خاندان زہد و تقویٰ کے علاوہ فنِ سپہ گری میں کمال و مہارت کے لئے بھی مشہور تھا۔ اور مجاہدانہ سرگرمیوں میں یہ لوگ نمایاں حصّہ لیتے تھے۔

محمد ابن علی کے والد علی ابن عبداللہ مذہبی علوم کے فاضل اور بڑے تجربہ کار و جہاں دیدہ سیاح تھے۔ لیکن عین عالمِ شباب میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اور شیخ محمد کی پرورش اور تعلیم ان کی پھوپھی سیدہ فاطمہ نے اپنے ذمہ لے لی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد محمد ابن علی نے فاس اور قرادین کی یونیورسٹیوں میں اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد مکّہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ میں کئی سال قیام کیا اور حدیث و فقہ کی تعلیم مکمّل کی۔

شیخ محمد بن علی تیس سال کی عمر تک الجزائر میں رہے اور لوگوں کی مذہبی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے رہے۔ پھر تونس اور طرابلس گئے اور وہاں بھی اپنی اصلاحی جدوجہد جاری رکھی۔ اس کے بعد قاہرہ میں سکونت اختیار کی۔ اور یہاں ان کے معتقدین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ شیخ محمد کے عقائد

اگرچہ شیخ عبدالوہاب نجدی کے عقائد سے ملتے جلتے تھے لیکن ان میں شدّت اور سختی نہ تھی اس لئے ان کی تحریک وہابی تحریک سے زیادہ مقبول ہونے لگی۔ شیخ محمد نے قاہرہ کو اپنی سرگرمیوں کا مستقل مرکز بنانا چاہا لیکن ازہر کے علماء ان کی مخالفت کرنے لگے۔ اور جب حالات بہت ناساز گار ہو گئے تو وہ قاہرہ سے مکّہ چلے گئے۔ اور مکّہ کے قریب ابوقبیس میں اپنا دائرہ قائم کیا۔

مکہ میں قیام کے دوران مذہبی مصلح کی حیثیت سے ان کی شہرت پھیلنے لگی۔ اور ان کے عقیدت مندوں کا ایک حلقہ بن گیا۔ رفتہ رفتہ ان اصولوں کی تشکیل ہونے لگی جن پر آگے چل کر ایک روحانی اور سیاسی تحریک قائم کی گئی۔ لیکن مکہ میں شیخ محمد کے کچھ مخالفین بھی پیدا ہو گئے اور ارباب اقتدار ان کی سرگرمیوں کو شبہ کی نظر سے دیکھنے لگے۔

چونکہ شیخ محمد بن علی کے تعلقات وہابیوں سے بھی تھے اس لئے مکّہ کے علماء بھی ان کی مخالفت کرنے لگے اور حکومت نیز علماء کی مخالفت اس قدر بڑھ گئی کہ شیخ کو مکّہ بھی چھوڑنا پڑا اور وہ سوڈان چلے گئے۔ اہل سوڈان انکی تعلیمات سے بہت متاثر ہوئے اور امیر سوڈان بھی ان کا معتقد ہو گیا۔ لیکن سوڈان بین الاقوامی کش مکش کا میدان بن رہا تھا۔ اور سامراجی حکومتیں شیخ کی تحریک کو اپنے مفاد کے لئے نقصان رساں تصور کرتی تھیں۔ اس کش مکش کے مدِنظر شیخ محمد نے یہ مناسب سمجھا کہ حکومتوں کے مراکز اور مغربی اقوام کے اثرات سے دور علاقہ میں اپنا مرکز قائم کریں چنانچہ وہ پھر اپنے وطن واپس ہوئے اور جبل اخضر کے دامن میں اپنا مرکز "زاویۂ بیضا" قائم کیا۔ یہاں شیخ محمد سات سال تک مقیم رہے اور اپنے خیالات کو ایک منظّم تحریک کی شکل دی۔ جب الجیریا پر فرانس کا قبضہ ہو گیا تو محمد ابن علی کو الجیریا چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔ ترقی و اصلاح کے خواہاں تو شیخ محمد کی تحریک کے حامی تھے لیکن قدامت پسندوں کی مخالفت سبب بڑی رکاوٹ تھی اور اسی وجہ سے ان کے لئے کسی جگہ جم کر کام کرنا دشوار ہو گیا تھا۔

مکہ میں شیخ کی ملاقات سید احمد ابن ادریس سے ہوئی۔ اہم مسائل میں یہ دونوں ہم خیال اور متفق تھے۔ اس لئے دونوں نے مل کر کام شروع کیا۔ پہلے حجاز میں جدید تحریک کی اشاعت کی گئی اس کے بعد یمن میں۔ چونکہ ان دونوں کی تحریک کا ایک اہم مقصد یہ تھا کہ عربوں اور شمالی افریقہ کے باشندوں میں قریبی ربط پیدا کیا جائے اور ان کے تعلقات مستحکم بنائے جائیں۔ اس لئے اربابِ اقتدار مخالفت کرنے لگے۔ اس دوران میں سید احمد بن ادریس کا انتقال ہو گیا اور کچھ عرصہ کے بعد حکام نے محمد ابنِ علی کو حجاز چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ وہ لیبیا چلے گئے اور بن غازی کے قریب اپنا مرکز قائم کیا۔

لیبیا میں یہ تحریک بہت مقبول ہوئی۔ اس کے حامیوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہونے لگا۔ اور محمد ابن علی کے نظریات نے ایک منظم روحانی و سیاسی تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ جو ایک طرف تو مسلمانوں کی مذہبی اور معاشرتی زندگی میں اصلاح کر رہی تھی اور دوسری طرف مغربی اقوام کے تسلّط کو ختم کرنے کے لئے مصروف جہاد تھی۔ محمد ابن علی السنوسی نے

اپنی زندگی کے آخری چھ سال اسی مرکز میں بسر کئے اور ۱۸۵۹ء میں یہیں ان کا انتقال ہوا۔

شیخ نے اپنی متعدد تصانیف میں تحریک کے اغراض و مقاصد بیان کئے ہیں ان میں زیادہ اہم تصانیف یہ ہیں۔ بغیۃ المقاصد و خلاصۃ المراصد۔ السلسبیل المعین، الدر السنیہ فی اخبار الصولۃ الادریسیہ۔

تحریک کے مقاصد۔ شیخ محمد ابن علی السنوسی کی قائم کردہ تحریک سنوسی تحریک کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کی مذہبی حالت کو بہتر بنایا جائے۔ معاشری زندگی کی اصلاح کی جائے اور مغربی اقوام کے تسلط کو ختم کرنے کے لئے جہاد کی اہمیت اور فنونِ سپہ گری کی تربیت کو عام کیا جائے۔ ان مقاصد کے علاوہ ایک اہم مقصد نظامِ حکومت کی اصلاح تھا اور سنوسی تحریک کے رہنما یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے ملکوں میں خلافتِ راشدہ کو نمونہ بنا کر خالص اسلامی طرز کی حکومت قائم کی جائے۔ اس تحریک کے حامی یہ محسوس کرتے تھے کہ مسلمان اسلامی تعلیمات سے دور ہو گئے ہیں چنانچہ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان غیر اسلامی عقائد و اعمال کو ترک کر کے حقیقی اسلامی تعلیمات پر عمل کریں۔ عیش و عشرت کے بجائے اسلامی سادہ زندگی اختیار کریں۔ اور تعلیم و تربیت اور تبلیغ سے مسلمانوں میں وہ اوصاف پیدا کئے جائیں جن کی وجہ سے اسلام نے قرونِ اولیٰ میں اس قدر ترقی کی تھی۔

سنوسی تحریک کے رہنما خلافتِ راشدہ کے طرز کی حکومت کو صحیح اسلامی حکومت تصوّر کرتے تھے اور اس کے قیام کے خواہاں تھے۔ وہ مسلمانوں کی مطلق العنان حکومتوں کو بھی غیر اسلامی سمجھتے تھے۔ اور ان کی اصلاح کرنا ضروری تصوّر کرتے تھے۔ اس کے علاوہ سنوسی تحریک کے حامی مغربی سامراج کے شدید مخالف تھے اور اس کو ختم کرنے کے لئے عملی جد و جہد کو ایک ملی اور مذہبی فرض تصوّر کرتے تھے۔ حکومت کے متعلق سنوسیوں کے اس نظریہ کی وجہ سے ترکی حکومت اور مغرب کی سامراجی اقوام سب ہی ان کی مخالف تھیں۔ اسی مخالفت کے سبب سنوسیوں نے شہروں سے دور اپنے مراکز قائم کئے تھے اور یہاں وہ نہ صرف تحریک کی تبلیغ کرتے تھے بلکہ سامراجی حکومتوں سے مسلسل جنگیں بھی کرتے رہے۔

تنظیم۔ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے تحریک کے مراکز قائم کئے گئے جو زاویہ کہلاتے تھے۔ یہ زاوئیے شہروں سے دور عرب اور افریقہ کے نخلستانوں میں تھے یا ایسے مقامات میں جو ریگستانوں میں اہم تجارتی راستوں پر واقع تھے تاکہ وہ بیرونی مداخلت سے دور رہ کر اپنا کام جاری رکھ سکیں۔

سنوسیوں نے جو زاوئیے قائم کئے وہاں قرآن پر مبنی قانون نافذ کیا۔ سنوسی تحریک کا امام سنوسی نظامِ حکومت کا بھی صدر تھا اور اس کو امیر کہتے تھے۔ مختلف زاویوں اور مرکزوں میں امیر کے نمائندے ہوتے تھے جو وکیل کہلاتے تھے۔ وکیل زاویہ کے نظم و نسق کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ تحریک کے مرکز قلعہ نما اور مستحکم بنائے جاتے تھے۔ جو عموماً چشموں اور نہروں کے کنارے ہوتے۔ باغ لگائے اور سرائیں تعمیر کی جاتیں۔ مرکز سے متصل کھیت ہوتے تھے۔ جن کی پیداوار میں کاشت کار اور بیت المال کا حصّہ مقرر تھا۔ زراعت کو ترقی دینے اور اقتصادی حالت کو بہتر بنانے پر خاص

توجہ دی جاتی تھی۔ تحریک کے مقاصد کی اشاعت کے لئے ہر مرکز میں ایک خانقاہ ہوتی تھی جو عیسائی خانقاہوں سے بالکل مختلف تھی۔ یہاں رہبانیت کے بجائے جہاد کی تعلیم دی جاتی تھی۔

سنوسی خانقاہیں تمدّنی، سیاسی، اقتصادی اور مذہبی تعلیم کا مرکز تھیں۔ خانقاہوں سے متصل مسجدیں اور مدرسے بنائے جاتے تھے۔ ابتدائی تعلیم لازمی کر دی گئی تھی۔ آگے چل کر فنونِ حرب کی تعلیم بھی لازمی ہو گئی۔ شمال مغربی اور وسطی افریقہ میں زاویے بکثرت بنائے گئے تھے۔ ان میں سے زاویۂ جغبوب کو امیر تحریک کا مستقر بنایا گیا۔ اور دوسرے اہم زاویے سیواہ، کفرہ، جالو اور اوجلا تھے جہاں سے تحریک کی رہنمائی کی جاتی تھی۔

زاویوں کے علاوہ تحریک کی اشاعت و تنظیم کے لئے ارکان کی ایک بڑی جماعت تھی جو تحریک میں عملی حصّہ لیتی تھی۔ اور اس کے مقاصد کو کامیاب بنانے کی جدوجہد کرتی تھی۔ یہ عملی ارکانِ تحریک اخوان کہلاتے تھے۔

شیخ محمد مہدی السنوسی۔ شیخ محمد ابن علی کے بعد ان کے لڑکے شیخ محمد مہدی السنوسی ان کے جانشین ہوئے۔ پہلے چند سال تو انھوں نے تحریک کو پھیلانے اور منظم کرنے میں صرف کئے اس کے بعد تمام ممالک کے سنوسیوں کی ایک کانفرنس طلب کی جس میں تبلیغ و ہدایت کو وسیع تر کرنے، تحریک کے نئے مراکز قائم کرکے نظم و نسق کو بہتر بنانے اور مغربی اقوام کے پنجہ سے مسلم ممالک کو نجات دلانے کے لئے جہاد کرنے کی تدابیر پر غور کیا گیا۔

اس زمانہ میں فرانس اپنے مقبوضات پر بہت مظالم کر رہا تھا اور سنوسی تحریک کو ختم کر دینے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے شیخ مہدی نے اپنا مستقر وسط افریقہ میں سوڈان کی سرحد کے قریب بمقام کفرہ منتقل کر دیا جو بن غازی سے پچیس روز کی مسافت پر تھا۔ سنوسی تحریک کے نئے مرکز کے اطراف نیم وحشی قبائل آباد تھے جن کو مسلمان کرکے مہذب بنایا گیا۔ پھر تحریک کی سرگرمیوں کو تیز تر کرکے مجاہدوں کی جماعتیں تیار کی جانے لگیں۔ شیخ مہدی نے فنونِ سپہ گری کے حصول کو لازمی قرار دیا۔ ہر جمعہ کو مرکز سے متصل میدان میں سپہ گری کے مقابلے ہوتے تھے اور انعام دئے جاتے تھے۔ فنونِ حرب کے ساتھ ہی زراعت اور صنعت کو ترقی دینے پر بھی خاص توجہ کی گئی تاکہ تحریک کے تمام مرکزوں کو خود مکتفی بنایا جا سکے۔

فرانس سنوسی تحریک سے بہت خوفزدہ تھا۔ اور جب اس کا اقتدار صحرا تک بڑھا تو اس نے سنوسیوں پر حملہ کر دیا۔ فرانس کی تربیت یافتہ اور جدید آلات سے مسلح فوج کے مقابلہ کیلئے مجاہدوں کی تربیت یافتہ جماعتیں تھیں۔ ان مجاہدوں نے چودہ سال تک فرانس کی فوجوں سے جنگ کی۔ اور ان کا کامیابی سے مقابلہ کرتے رہے۔

شیخ مہدی کے زمانہ میں تحریک کو بہت فروغ ہوا اور اس کے اثرات مراکش سے لے کر ہندوستان تک پھیل گئے۔ اور نہ صرف عرب ممالک بلکہ ترکی میں بھی اس کے حامیوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی۔ اور اس تحریک کے امیر کی اتنی اہمیت ہو گئی کہ مہدی سوڈانی جیسے قومی رہنما کی بھی یہ خواہش تھی کہ وہ شیخ مہدی کے خلیفہ بن جائیں۔

شیخ احمد شریف السنوسی ۔ ۱۹۰۲ء میں شیخ مہدی کا انتقال ہوگیا۔ اور شیخ احمد شریف السنوسی ان کے جانشین ہوئے انھوں نے تحریک کی اشاعت و تنظیم اور مجاہدانہ سرگرمیوں میں بہت اضافہ کردیا۔ فرانس اور سنوسیوں کی جنگ سے دوسری سامراجی دول بھی متفکر تھیں۔ اور شیخ احمد کی روز افزوں سرگرمیوں کو وہ خوف اور شبہ کی نظر سے دیکھنے لگیں۔

شیخ احمد ترکی میں اصلاح و بیداری کی تحریک کو قدر کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور انجمن اتحاد و ترقی کے حامی تھے۔ ترک رہنماؤں سے ان کے قریبی تعلقات تھے۔ اور استنبول میں وہ سید جمال الدین افغانی سے بھی ملے تھے۔ افغانی نے شیخ کو بہت متاثر کیا۔ اور وہ اتحاد اسلامی کے زبردست حامی بن گئے۔ شیخ احمد کی قیادت میں سنوسی تحریک پر اتحاد اسلامی کا رنگ بہت غالب آگیا اور ترکی حکومت کی مخالفت کے بجائے ترکوں کی حمایت کی جانے لگی۔ چنانچہ آیندہ جنگوں میں سنوسی ترکوں کے بہترین مددگار ثابت ہوئے۔

۱۹۱۱ء میں اٹلی نے چالیس ہزار فوج سے طرابلس پر حملہ کردیا۔ اس وقت وہاں ترکی فوج صرف چار ہزار تھی۔ اور بین الاقوامی حالات مزید فوجیں بھیجنے میں حائل تھے۔ ایسے نازک وقت میں شیخ احمد نے ترکی کی مدد کی اور اٹلی کے خلاف اعلانِ جہاد کردیا۔ سنوسی انور پاشا کے رفیق و معاون بن گئے اور اس جنگ میں نمایاں حصّہ لیا۔ اس کے بعد جنگِ عظیم شروع ہوگئی اور سنوسیوں نے اس جنگ میں بھی ترکوں کا ساتھ دیا۔ جب یہ ختم ہوئی اور دشمنوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کیا تو شیخ احمد سنوسی ترکی میں تھے۔ اور انھوں نے اس قبضہ کے خلاف زبردست مہم شروع کردی اور اناطولیہ کے کردوں اور دوسرے قبائل کو کمال اتاترک کا حامی بنادیا۔ اس زمانہ میں شیخ احمد نے مسلمانوں کے ایک محبوب رہنما کا مرتبہ حاصل کرلیا تھا۔ اور مسلمانانِ عالم ان کو عزّت و احترام کی نظر سے دیکھنے لگے۔

شیخ ادریس السنوسی ۔ شیخ احمد کے جانشین شیخ ادریس السنوسی ہوئے۔ اگرچہ طرابلس پر اٹلی نے قبضہ جمالیا تھا لیکن آزادی کے لئے سنوسیوں کی تحریک اور جنگ جاری رہی۔ اطالوی حکومت نے سنوسیوں کو مطمئن کرنے کے لئے ۱۹۲۱ء میں شیخ ادریس کو برقہ کا امیر بنادیا۔ لیکن وہ اہلِ ملک پر اطالوی مظالم برداشت نہ کرسکے اور مصر چلے گئے۔ جہاں وہ تقریباً بیس سال تک جلاوطنی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ لیکن شیخ ادریس کے چلے جانے سے آزادی کی جنگ ختم نہیں ہوئی۔ ۱۹۲۳ء میں مجاہدین نے پھر جنگ شروع کردی اور اس کے رہنما عمر المختار تھے۔ یہ جنگِ آزادی ۱۹۳۱ء تک جاری رہی۔ اور عمر المختار نے کئی نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ لیکن آخرکار وہ زخمی ہوکر گرفتار ہوگئے۔ اور اطالوی حکومت نے ان کو پھانسی دیدی۔ اٹلی نے سنوسیوں کو کچلنے کے لئے انتہائی تشدّد اختیار کیا لیکن یہ کش مکش جاری رہی۔ یہاں تک کہ ۱۹۳۹ء عالمگیر جنگ شروع ہوگئی۔ شیخ ادریس اتحادیوں کی مدد کرنے لگے۔ اور ۱۹۴۳ء میں اطالوی فوجیں لیبیا سے نکال دی گئیں۔ اس جنگ کے خاتمہ پر اٹلی کا اقتدار ٹوٹ گیا۔ سنوسی رہنماؤں نے آزادی کا مطالبہ کیا۔ شیخ ادریس طرابلس واپس آئے اور سنوسی تحریک پھر منظم کی جانے لگی۔

۱۹۴۷ء میں اٹلی نے اپنی سابقہ نوآبادیوں کی واپسی کا دعویٰ کیا۔ لیکن ان علاقوں کے باشندوں نے جن کی رہنمائی سنوسی مجاہد کر رہے تھے آزادی کی تحریک شروع کر دی۔ آخر کار ۱۹۴۸ء میں یہ مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش ہوا۔ اور اس نے ۱۹۴۹ء میں اس پر غور کیا۔

حریت پسندوں اور سامراجیوں میں شدید کشمکش شروع ہو گئی۔ سامراجی چاہتے تھے کہ طرابلس، فزان اور برقہ کو علیحدہ کر کے اپنے زیرِ اقتدار رکھیں اور محبانِ وطن کی یہ خواہش تھی کہ ان تینوں علاقوں کو متحد کر کے ایک آزاد مملکت قائم کی جائے۔

لیبیا کے محبانِ وطن کو مسلم ممالک کی پوری حمایت حاصل تھی۔ آخر کار محبانِ وطن کو کامیابی ہوئی۔ اور ان علاقوں کو متحدہ مملکت بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ یکم جنوری ۱۹۵۲ء کو مملکت لیبیا معرضِ وجود میں آئی۔ اور سنوسی تحریک کے امیر شیخ ادریس اس نئی مملکت کے بادشاہ ہو گئے۔

اطالوی سامراج کی شکست اور لیبیا کی آزاد مملکت کے قیام سے شیخ عمر المختار کا شروع کیا ہوا کام تو پورا ہو گیا۔ لیکن امامت کے بادشاہت میں بدل جانے سے سنوسی تحریک کی ترقی و تکمیل کی اُمیدیں موہوم تر ہو گئی ہیں اور اس تحریک کو ملوکیت کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھنا ایک دشوار ترین مسئلہ بن گیا ہے۔ ملوکیت اسلامی تاریخ میں سب سے زیادہ تباہ کار عنصر ثابت ہوئی ہے اور اس کے زیرِ اثر سنوسی تحریک کا زندہ رہنا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔

پاکستان فلاسفیکل جرنل

زیرِ ادارت:۔ پروفیسر ایم۔ ایم شریف

پاکستان فلسفہ کانگرس کا سہ ماہی مجلہ

سالانہ قیمت دس روپے

ملنے کا پتہ

محمد اشرف ڈار۔ ۸ میکلوڈ روڈ۔ لاہور